علامہ ابن کثیرؒ---احوال و آثار

ڈاکٹر محمد اکبر ملک☆

ابن کثیر کا عہد

امام ابن کثیر آٹھویں صدی ہجری کے شام کے نامور عالم تھے۔ آپ کا دور ۷۰۱ھ-۷۷۴ھ تک ہے۔ اس وقت مصر اور شام پر ترکی النسل ممالیک بحریہ کی حکومت تھی۔ مملوک بادشاہوں میں ظاہر بیبرس (م۶۷۶ھ)، الملک المنصور سیف الدین قلاوون (م۶۸۹ھ) اور الملک الناصر محمد بن قلاوون (م۷۴۱ھ) اپنے عمدہ نظام حکومت کی وجہ سے خاص طور پر مشہور ہیں۔

امام ابن کثیر کی زندگی کا نصف اوّل حصہ (۷۰۱ھ-۷۴۱ھ)، سلطان الناصر محمد بن قلاوون کے دور میں گزرا ہے۔ اس وقت سلطان ناصر کی حکومت سیاسی طور پر مستحکم تھی۔ اس نے عدل و انصاف سے حکمرانی کی اور سلطنت میں نظم و ضبط اور امن و امان قائم کیا۔ اس کے عہد حکومت کے بارے میں ان الفاظ میں تبصرہ کیا گیا ہے:

> "۳۲ سال تک سلطنت کو استقرار رہا، اس کے زمانے میں پھر سے اسلامی سلطنت میں وحدت اور طاقت پیدا ہوئی۔ اس نے اپنے نامور پیشرو (سلطان الملک المنصور سیف الدین قلاوون) کی طرح تاتاریوں پر شاندار فتح حاصل کی اور اسلامی مملکت کی دھاک بٹھا دی"(۱)

سلطان ناصر نے ۲۷ ذوالحجہ ۷۴۱ھ کو وفات پائی۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر کی زندگی کا باقی ماندہ حصہ (۷۴۲ھ-۷۷۴ھ) کمسن مملوک سلاطین کے عہد حکومت میں گزرا، جن کی ناتجربہ کاری اور سیاسی عدم بصیرت کی وجہ سے سلطنت کا نظام درہم برہم ہوگیا۔ مملوک میں تخت

☆ لیکچرار، شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ ایس ای کالج، بہاول پور

نشینی کے لیے باہمی چپقلش نے خانہ جنگی کو جنم دیا اور ملک افراتفری کا شکار ہوگیا۔ ہر طرف قتل و غارت، جرم اور بغاوت نے امن و امان کو پامال کر دیا۔(۲) اس وقت اسلامی معاشرہ گوناگوں مسائل اور اضطراب و بے چینی میں مبتلا تھا۔ الغرض امام ابن کثیر کا دور کلی طور پر سیاسی ریشہ دوانیوں اور فتنہ و فساد سے خالی نہ تھا۔ امام صاحب نے اگرچہ عملی طور پر سیاسی معاملات میں حصہ نہیں لیا۔ تاہم حکام آپ کے علم و فضل سے بہت متاثر تھے، اس لیے وہ ملکی معاملات اور علماء کے باہمی اختلافات کے حل کے لیے آپ سے مشورہ کرتے رہتے تھے۔

حافظ ابن کثیر کے دور کے سلاطین نے علوم و فنون کی ترویج پر خصوصی توجہ دی۔ انہوں نے مصر اور شام میں مدرسے، جامعات اور دارالحدیث قائم کیے اور ان کے مصارف اور تعمیر و ترقی کے لیے باقاعدہ اوقاف مقرر کیے۔(۳) اس دور میں اہل دانش کی کثرت تھی، جنہیں عزت و وقار کا مقام حاصل تھا۔ جلیل القدر حفاظ، محدثین، مفسرین، مجتہدین، متکلمین اور فقہاء نے اس دور میں تعلیم و تدریس میں اپنی عمریں صرف کردیں۔ اس زمانے میں علمی تحریک کے نتیجے میں تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف اور عقائد کے موضوع پر بیش قیمت تصانیف منظر عام پر آئیں جو اپنے مصنفین و مولفین کے علمی و فنی کمال کی عکاسی کرتی ہیں۔

اس دور میں مذہبی گروہ بندی اور تفرقہ بازی زوروں پر تھی۔ مذاہب اربعہ میں فروعی فقہی مسائل میں غلو اور شدت پسندی سے افتراق و انتشار پایا جاتا تھا۔ جب امام ابن تیمیہ اور ان کے ساتھیوں نے شرک و بدعت، صوفیاء کے غیر اسلامی افکار و خیالات، فلسفیوں اور متکلمین کے عقائد اور غیر مذہبی تعلیمات کے خلاف آواز بلند کی تو مختلف مکتبہ ہائے فکر کے علماء اور صوفیاء کے علاوہ کئی دیگر گمراہ عقیدے کے حامل ان کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے۔ یہاں تک کہ ابن تیمیہ، ابوالحجاج المزی اور ابن قیم الجوزیہ کو اپنے ہم عصر علماء و ائمہ کی مخالفانہ تحریک کے باعث کئی دفعہ جیل میں مقید ہونا پڑا۔(۴)

علامہ ابن کثیر کو اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہ سے گہری عقیدت و محبت تھی اور ان کے خیالات اور آراء سے خاصے متاثر تھے۔ آپ نے ان کی رائے کے مطابق بعض مسائل پر فتوے دیئے، اس لیے آپ بھی علماء عصر کے تنازعات اور مخالفت سے نہ بچ سکے۔(۵) اہل

سنت اور شیعوں کے قدیم اختلافات بھی اس دور میں نہایت شدت سے رونما تھے۔ اس لیے کئی دفعہ دونوں فریقوں کے مابین تصادم ہوا۔(٦)

اس دور میں مملکت میں آمدن کے وسیع ذرائع تھے۔ اس لیے مملکت مالی طور پر مستحکم تھی۔ اس زمانے میں زراعت، صنعت و حرفت اور فنون لطیفہ کو خوب فروغ حاصل ہوا۔

سلطان ناصر کے دور میں عوام خوشحال تھی لیکن بعد ازاں سیاسی انتشار کی بدولت ملکی معیشت بھی متاثر ہوئی۔ مجموعی طور پر ملکی معیشت پر حکام اور امراء حاوی تھے۔ آمدن کا کثیر حصہ سلاطین کی عیاشی پر صرف ہوتا تھا جبکہ عوام الناس معاشی جدوجہد کے باوجود تنگ دست اور مفلوک الحال تھے۔

امام ابن کثیر کے عہد کا نصف آخر حصہ قدرتی آفات کی وجہ سے بھی اقتصادی زبوں حالی کا شکار تھا۔ اسلامی ممالک قحط، طاعون، سیلاب، زلزلے اور ٹڈی دل سے دوچار ہوئے اور ایک ہی دن میں ہزاروں لوگ موت کا شکار ہوئے۔(٧)

اس دور میں سیاسی اور معاشی ابتری کی بدولت سماجی و معاشرتی حالت بھی دگرگوں تھی۔ معاشرہ تین طبقوں یعنی حکام، علماء اور عوام میں منقسم تھا۔(٨) ترکی النسل حکمران طبقہ اپنی برتری کا احساس رکھتا تھا۔ اقتدار طاقت اور حکومت ان کے لیے تھی۔ ملک کے ذرائع آمدن پر بھی یہی لوگ مسلط تھے۔(٩)

دوسرا طبقہ علماء کا تھا جنہیں مذہبی قیادت و سیادت حاصل تھی اور معاشرے میں انہیں اہم مقام حاصل تھا۔ حکمران مذہبی معاملات میں انکی مشاورت سے مستفیض ہوتے تھے۔(١٠) اکثر علماء حکمرانوں کے افعال و کردار، حکومتی پالیسی اور معاشرہ کی تنقید و اصلاح کرتے رہتے تھے، اس لیے سلاطین کے دلوں میں ان کی ہیبت اور رعب قائم رہتا تھا۔ مثلاً علامہ ابن تیمیہ، جمال الدین المزی، ابن قیم الجوزیہ اور ابن کثیر اس دور کے جید علماء تھے جو جرأت اور بے باکی سے گفتگو کرتے تھے اور کلمہ حق کہنے سے ہرگز دریغ نہ کرتے تھے۔

عوام الناس طبقہ، کاشت کار، دست کار اور معمولی درجے کے تاجر تھے۔ اس طبقہ کے لوگ ملکی آمدن میں اہم کردار ادا کرتے لیکن ان کی حیثیت بے زبان خادموں کی سی تھی۔ ملکی معاملات تو کجا، ان کے اپنے علاقوں کے انتظام میں ان کے ارادے کا کوئی مظہر نہ

تھا۔ آمر اور سنگدل حکمرانوں کی خوشنودی ان کا فرض تھا۔[۱۱]

طبقاتی تقسیم کے علاوہ کئی معاشرتی اور اخلاقی برائیاں بھی اس دور کے معاشرے میں پائی جاتی ہیں۔ اکثر سلاطین شراب نوشی کے عادی اور عیش و عشرت کے دلدادہ تھے۔ عام لوگ بھی آہستہ آہستہ اس قسم کی وباء میں ملوث ہونے لگے۔ البتہ سلطان ناصر محمد بن القلاوؤن نے اپنے دور حکومت میں علمائے وقت کی صدا پر اخلاق سوز امور اور محافل کے انعقاد پر پابندی لگا دی تھی۔ چنانچہ ابن کثیر کا ابتدائی دور اخلاقی و تمدنی لحاظ سے قدرے بہتر نظر آتا ہے۔

حیات ابن کثیر

نام و نسب

آپ کا نام اسماعیل، کنیت ابو الفداء، لقب عماد الدین اور عرف ابن کثیر ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

''اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضو بن کثیر بن ضوبن ورع''[۱۲] عماد الدین ابو الفداء ابن الخطیب شہاب الدین ابی حفص القرشی البصروی الدمشقی الشافعی[۱۳]

امام ابن کثیر نسباً قریشی ہیں اور قبیلہ قریش کے خاندان بنو حصلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔[۱۴] یہ خاندان علم و فضل اور شرافت و دیانت میں بہت شرف رکھتا تھا۔ حسب و نسب کے اعتبار سے بھی اس خاندان کو ممتاز مقام حاصل تھا۔ آپ کے والد ابو حفص شہاب الدین (م۷۰۳ھ) اپنے زمانے کے صف اوّل کے فقہاء، خطباء اور شعراء میں شمار ہوتے تھے۔[۱۵] آپ کی والدہ مریم بنت فرج بن علی (م۷۲۸ھ) کتاب اللہ کی حافظہ، نیک اور پارسا عورت تھی۔ آپ کے بڑے بھائی شیخ کمال الدین عبدالوھاب (م۷۵۰ھ) ایک ممتاز عالم اور فقیہہ تھے۔

ولادت

علامہ ابن کثیر ۷۰۱ھ[۱۶] میں شام کے شہر بُصریٰ کے مضافات میں ''مجدَل'' نامی بستی میں پیدا ہوئے۔[۱۷] صغر سنی ہی میں دمشق چلے آئے اور عمر کا زیادہ حصہ یہیں بسر ہوا۔ اس

لیے بصروی اور دمشقی دونوں نسبتوں سے مشہور ہوئے۔

تعلیم و تربیت

امام ابن کثیر کے والد نے ۷۰۳ھ میں وفات پائی تو آپ کے بھائی شیخ عبدالوہاب نے آپ کو اپنے آغوش تربیت میں لے لیا۔ چنانچہ ۷۰۷ھ میں آپ ان کے ساتھ دمشق منتقل ہوگئے[۱۸] اور یہیں آپ نے ان سے فقہ کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں آپ نے اپنے زمانے کے ممتاز محدثین سے حدیث کا سماع کیا۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، تاریخ، علم الرجال اور دیگر علوم میں مہارت حاصل کی اور اپنے عہد کے معروف علماء میں شمار ہونے لگے۔

اساتذہ و شیوخ

آپ کے معروف اساتذہ کے نام یہ ہیں: بدر الدین محمد بن ابراہیم السویدی (م ۷۱۱ھ)، عیسیٰ بن المطعم (م ۷۱۹ھ)، بہاؤ الدین القاسم بن عساکر (م ۷۲۳ھ)، محمد بن الزراد (م ۷۲۶ھ)، کمال الدین بن الزملکانی (م ۷۲۷ھ)، تقی الدین احمد بن تیمیہ (م ۷۲۸ھ)، برہان الدین الفزاری (م ۷۲۹ھ)، علم الدین البرزالی (م ۷۳۹ھ)، جمال الدین ابو الحجاج المزی (م ۷۴۲ھ)، شمس الدین الذھبی (م ۷۴۸ھ)۔

علامہ ابن کثیر نے جمال الدین ابو الحجاج المزی اور شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ سے دوسرے اساتذہ کی نسبت زیادہ استفادہ کیا۔ شافعی المسلک ہونے کے باوجود آپ علامہ ابن تیمیہ کے بڑے گرویدہ اور ان کی عظمت کے قائل تھے۔ طلاق اور بعض دوسرے اجتہادی مسائل جن میں ابن تیمیہ جمہور اور عام علماء کے خلاف رائے رکھتے تھے، ان میں بھی ابن کثیر اپنے استاد کے ہمنوا اور ان کے خیالیات کی تائید اور مدافعت کرتے تھے۔ اس تائید وحمایت اور ابن تیمیہ سے غایت تعلق کی بناء پر ان کو بھی تکلیفیں اٹھانا پڑیں،[۱۹] حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"اخذ عن ابن تیمیة ففتن بحبه وامتحن بسببه"[۲۰]

آپ نے امام ابن تیمیہ سے استفادہ کیا اور ان کی محبت کی وجہ سے مصائب و

آلام سے دوچار ہوئے۔

علمی و ادبی مشاغل

درس و تدریس

امام ابن کثیر فارغ التحصیل ہونے کے بعد تدریسی شعبے سے منسلک ہوگئے اور درج ذیل مدارس میں علوم شرعیہ کی تعلیم دی۔ دارالحدیث الاشرفیہ، مدرسہ تربت ام الصالح یا مدرسہ صالحیہ، مدرسہ نجیبیہ، مدرسہ تنکزیہ، مدرسہ النوریۃ الکبریٰ۔(۲۱)

خطابت

ابن کثیر خطابت کے بھی امام تھے اور مزہ کی ایک جامع مسجد میں اس عہدہ پر فائز تھے۔ لوگ امام صاحب کے خطاب کی فصاحت و بلاغت اور شیریں کلام سے متاثر تھے۔ آپ جہاں کہیں درس دیتے، ایک جم غفیر آپ کی مجلس میں جمع ہو جاتا اور سامعین آپ کا کلام سن کر داد و ستائش دیتے۔ امام ابن حجر نے ابن کثیر کے معاصر ابن حبیب (م۷۷۹ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے "واطرب الاسماع بقولہ" (انہوں (ابن کثیر) نے اپنے خطاب سے کانوں میں رس گھول دیا)۔(۲۲)

قضاء و افتاء

علامہ ابن کثیر حکومت کی طرف سے کئی مجالس کے سرکردہ ممبر اور منصب قضاء پر فائز تھے۔ آپ نے خود ''البدایہ والنہایہ'' میں ۷۴۱ھ کے واقعات لکھتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ آپ ایک زندیق کی تحقیق و تفتیش کے سلسلے میں قائم کی گئی مجلس قضاۃ میں بحیثیت قاضی شامل ہوئے۔(۲۳)

آپ اپنے زمانے کے معروف مفتی تھے۔ ابن العماد نے امام ذہبی کے حوالے سے ابن کثیر کو "الامام المحدث المفتی البارع" کے القابات سے یاد کیا ہے۔(۲۴) آپ کے فتاویٰ کی بہت شہرت تھی۔ حکام، علماء اور عوام الناس علمی و دینی مسائل کے سلسلے میں آپ سے رجوع کرتے تھے۔ سرکاری طور پر آپ کے فتاویٰ پر عمل در آمد ہوتا تھا۔

مناظرہ

امام صاحب کا دور مناظراتی دور تھا، اس لیے انہیں بھی اس وادی سے گزرنا پڑا۔ فن افتاء کی طرح مناظرہ میں بھی زمانہ ان کی خدمات کا معترف ہے۔ آپ مناظرہ کرتے وقت مدلل طور پر اپنے موقف کو ثابت کرتے تھے۔ تذکرہ نگاروں نے ان کی اس خصوصیت کو بیان کیا ہے۔[۲۵]

شعر و شاعری

علامہ ابن کثیر کو شعر و ادب سے بھی دلچسپی تھی اور اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود کبھی کبھی اپنے ذوق شاعری کا اظہار کرتے تھے۔ ابن العماد کا قول ہے: "وینظم نظماً وسطا"[۲۶] (وہ اوسط درجے کا کلام کہتے تھے)۔

شعر و شاعری سے لگاؤ اور ذوق کے باوجود آپ سے کوئی دیوان منقول نہیں ہے۔ آپ علمی مشاغل کو شعر و شاعری پر مقدم سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ادیب و شاعر کی نسبت آپ بحیثیت فقیہہ، مورخ اور مفسر زیادہ معروف ہیں۔ بعض تذکرہ نگاروں نے درج ذیل اشعار آپ سے منسوب کیے ہیں:

تمربنا الایام تتری وانما　　　نساق الی الاجال والعین تنظر

فلا عائد ذاک الشباب الذی مضی　　　ولا زائل ھذا المشیب المکدر[۲۷]

"ایام زندگی مسلسل ہماری آنکھوں کے سامنے گزر رہے ہیں اور ہم موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں اور ہماری نگاہیں یہ تماشا دیکھتی رہتی ہیں۔ گذشتہ شباب نہ تو لوٹ سکتا ہے اور نہ ہی یہ تکلیف دہ بڑھاپا ٹل سکتا ہے۔

فواد البستانی نے مذکورہ اشعار میں ابن کثیر کے ایک اور شعر کا اضافہ کیا ہے:

ومن بعد ذا، فالعبد امامنعم　　　کریم، وما بالجحیم یسعر[۲۸]

اس کے بعد بندہ یا تو خوب منعم ہوتا ہے یا دوزخ میں جلتا ہے

ان اشعار کے علاوہ امام ابن کثیر کا ایک طویل قصیدہ بھی ہمیں ان کی تصنیف "البدایہ

والنہایہ" میں نظر آتا ہے۔[۲۹]

تلامذہ

امام ابن کثیر جیسے فاضل اور یکتائے زمانہ سے متعدد طلباء نے استفادہ کیا، لیکن سب کے نام و حالات زمانہ کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اس لیے تاریخ کی کتابوں میں ان کے صرف چند شاگردوں کا ذکر ملتا ہے، جن میں شہاب الدین ابن حجی (م۸۱۶ھ) کا نام معروف ہے۔[۳۰]

معاصرین

ابن کثیر کے ہم عصر علماء میں ابو الفداء اسماعیل بن علی (م ۷۳۲ھ)، ابن سیّد الناس (م۷۳۴ھ)، ابن فضل اللہ العمری (م۷۴۸ھ)، ابن قیم الجوزیہ (م۷۵۱ھ) اور ابن خلدون (م۸۰۸ھ) خصوصاً معروف ہیں۔

اولاد

ابن کثیر کی صرف نرینہ اولاد تھی۔ ان کے چار بیٹے تھے جو اپنی خاندانی روایت کے مطابق علم و فضل میں شہرت رکھتے تھے، ان کے نام یہ ہیں:

(۱) عز الدین عمر بن اسماعیل (م۷۸۳ھ)

(۲) احمد بن اسماعیل (۸۰۱ھ)

(۳) بدر الدین محمد بن اسماعیل ابو البقاء (م۸۰۳ھ)

(۴) التاج عبدالوہاب بن اسماعیل (۸۴۰ھ)[۳۱]

تصنیفات و تالیفات

علامہ ابن کثیر کی پوری زندگی حصول علم، درس و تدریس، بحث و مناظرہ، قضاء و افتاء، وعظ و ارشاد اور تصنیف و تالیف کے لیے وقف تھی۔ آپ کا شمار شام کے نامور مصنفین میں ہوتا ہے۔ آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ میں بلند پایہ کتب تحریر کیں۔ یہ ضخیم علمی سرمایہ امام صاحب کے اجتہاد اور علمی کاوشوں کا بہت بڑا ثبوت ہے اور اس سے ہمیں آپ

کے علم و تبحر، کثرت مطالعہ اور بالغ نظری کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ کثرت مطالعہ اور تالیفات کتب میں مسلسل انہاک کے باعث آپ عمر کے آخری حصے میں بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔(۳۲)

آپ کی تصانیف کو آپ کی زندگی ہی میں بڑی شہرت اور مقبولیت حاصل ہو گئی تھی۔ اہل نظر، علماء اور مورخین نے آپ کے اس کمال کا شاندار الفاظ میں تذکرہ کیا ہے۔ ایک ماخذ میں ان الفاظ میں تعریف و تحسین کی گئی ہے۔

> ''ان کی تصانیف نہایت مفید ہیں۔ لوگوں نے ان کی تصانیف سے بہت فیض حاصل کیا''(۳۳)

علامہ ابن حجر کہتے ہیں:

> ''ان کی تصانیف ان کی زندگی ہی میں مختلف ملکوں میں پھیل گئی تھیں اور لوگوں نے آپ کی وفات کے بعد ان سے خوب فائدہ اٹھایا''(۳۴)

متاخرین

صلاح الدین المنجد لکھتے ہیں:

> '' ہمارے عربی ورثہ میں ابن کثیر کی عمدہ تالیفات ہیں اور ان میں سے اکثر بہت مفید ہیں۔ ابن کثیر نے جو کچھ تحریر کیا، وہ سب نہایت عمدہ ہے۔ جو وسیع علم، ضبط و تحریر اور تحریر کی صفائی و دقت ان کی تحریروں میں ہے، وہ ہمیں دوسروں کے پاس کم ملتی ہے''۔(۳۵)

ابن کثیر کی عمدہ تالیفات اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ علوم میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور علماء میں آپ کو بلند مقام حاصل تھا۔(۳۶) آپ کی تصانیف میں سے بعض چھپ چکی ہیں اور مقبول خاص و عام ہو چکی ہیں۔ لیکن کچھ کتب نایاب ہیں۔ اسی طرح بعض ابھی تک بحالت مخطوطات دنیا کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔ ضخیم اور مطول کتب کے علاوہ آپ نے مختصر رسائل بھی تحریر کیے تھے۔ ہم موصوف کی تصنیفات کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

(الف)۔ مطبوعہ تصانیف

ذیل میں ان تصانیف کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہیں:

تفسیر القرآن العظیم:

کتب تفسیر بالماثور میں ابن کثیر کی ''تفسیر'' کو بہت نمایاں مقام حاصل ہے۔ اس میں مولف نے مفسرین سلف کے تفسیری اقوال کو یکجا کرنے کا اہتمام کیا ہے اور آیات کی تفسیر احادیث مرفوعہ اور اقوال و آثار کی روشنی میں کی ہے۔ انہوں نے اس میں حسب ضرورت جرح و تعدیل سے بھی کام لیا ہے۔ یہ تفسیر چار جلدوں میں مروج اور متداول ہے۔

علامہ سیوطی کہتے ہیں ''اس طرز پر اس سے اچھی کوئی تفسیر نہیں لکھی گئی''(۳۷)

صاحب البدر الطالع فرماتے ہیں: ''ابن کثیر نے اس میں بہت سا مواد جمع کر دیا ہے۔ انہوں نے مختلف مذاہب و مسالک کا نقطہ نظر اور اخبار و آثار کا ذخیرہ نقل کر کے ان پر عمدہ بحث کی ہے۔ یہ سب سے بہترین تفسیر نہ سہی، لیکن عمدہ تفاسیر میں شمار ہوتی ہے''۔(۳۸)

علامہ احمد محمد شاکر لکھتے ہیں: ''علماء کے نزدیک یہ تفسیر حدیث کے طالب علموں کے لیے اسانید و متون کی معرفت اور نقد و جرح میں بہت معاون ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک عظیم علمی کتاب ہے اور اس کے بہت فوائد ہیں''۔(۳۹)

علامہ شاکر نے ''عمدۃ التفسیر عن الحافظ ابن کثیر'' کے نام سے اس کی تلخیص کی ہے اور انہوں نے اس میں عمدہ علمی فوائد جمع کیے ہیں، لیکن یہ نامکمل ہے۔ اس کی پانچ جلدیں طبع ہو چکی ہیں اور اختتام سورۃ انفال کی آٹھویں آیت پر ہوتا ہے۔

فضائل القرآن

قرآن مجید کے فضائل کے سلسلے میں بخاری شریف میں جو روایتیں موجود ہیں۔ امام ابن کثیر نے ان کی تشریح، قرآن کی جمع و ترتیب اور کتابت وغیرہ کے متعلق اس رسالے میں مفید اور عالمانہ بحث کی ہے۔

اس رسالے کو ۱۳۴۸ھ میں سید محمد رشید رضا نے ''مطبع المنار'' سے شائع کیا۔ پھر اسے

سعید اللہ عبدالمجید محمود نے بعد از تحقیق مطبع دارالحدیث مصر سے شائع کیا۔

البدایہ والنھایہ

یہ ابن کثیر کی شہرہ آفاق اور مستند تصنیف ہے جو قاہرہ، بیروت اور ریاض سے ۴ جلدوں میں کئی بار شائع ہو چکی ہے۔ موصوف کی یہ ضخیم کتاب ابتدائے آفرینش سے ۷۶۷ھ تک کے حالات پر حاوی ہے۔ یہ مستند و معتبر تاریخ قابل اعتماد سیرت انبیاء، احادیث و آثار کا ذخیرہ اور ارباب دانش کا ماخذ ہے۔ بعض علماء نے اس کی تلخیص اور بعض نے اس پر ذیول لکھے ہیں۔

بدر الدین محمود العینی (م۸۵۵ھ) کی کتاب ''تاریخ البدر فی اوصاف اھل العصر'' کا اصل ماخذ یہی ہے بلکہ وہ اس کی تلخیص ہے۔[۴۰] علامہ ابن حجر (م۸۵۲ھ) نے بھی اس کی تلخیص کی ہے اور محمود بن محمد بن دلشاد نے ترکی زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔[۴۱] شہاب الدین ابن حجی (م۸۱۶ھ) اور طبرانی (م۸۳۵ھ) نے بھی اس کے ذیول لکھے ہیں۔[۴۲] اس کتاب کے قلمی اجزاء یورپ کے مختلف کتب خانوں اور کتب خانہ خدیویہ مصر میں موجود ہیں۔[۴۳]

نھایۃ البدایہ والنھایہ فی الفتن والملاحم

امام صاحب کی مطول تاریخی کتاب ''البدایہ والنہایہ'' کا یہ تکملہ ہے جو دو جلدوں میں ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں آثار قیامت اور قیام قیامت کے بعد کے حالات پر مفصل اور مبسوط بحث کی ہے۔ یہ کتاب ۱۳۸۸ھ میں ریاض میں شیخ اسماعیل کی تحقیق سے اور ۱۹۶۸ء میں شیخ محمد فہیم ابوعبید کی تحقیق سے طبع ہوئی اور ۱۹۶۹ء میں طہ محمد الزینی نے اس کتاب کو ''النھایہ اوالفتن والملاحم'' کے نام سے دارالکتب الحدیث قاہرہ سے شائع کیا۔

السیرۃ النبویہ

امام ابن کثیر کی یہ کتاب ان کی تاریخ ''البدایہ والنہایہ'' سے ماخوذ ہے۔ مصطفیٰ عبدالواحد کی تحقیق سے چار جلدوں میں مطبوع ہے۔[۴۴]

موصوف نے یہ کتاب تفاسیر قرآن، حدیث کے اہم مجموعوں اور سیرت کے معروف مصادر کی روشنی میں مرتب کی ہے۔ امام ابن کثیر نے خود اسے جامع اور مفصل سیرت کا نام دیا ہے۔[۴۵] قاری اس کتاب کے مطالعے سے نہ صرف احادیث نبوی کے وافر ذخیرے سے مستفیض ہوتا ہے بلکہ اسے سیرت طیبہ کی وسیع اور مستند معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

شمائل الرسول و دلائل نبوۃ و فضائلہ و خصائصہ

ابن کثیر کی یہ کتاب ''البدایہ والنہایہ'' کے حصہ سیرت سے ماخوذ و متعلق ہے جسے مصطفیٰ عبدالواحد نے علیحدہ ایک مستقل کتاب کی صورت ۱۳۹۶ھ میں بیروت سے شائع کیا ہے۔

الفصول فی سیرۃ الرسولؐ

سیرت النبیؐ پر امام ابن کثیر کی یہ ایک مختصر مگر جامع اور مستند کتاب ہے۔ اسے ''سیرت صغیرہ'' بھی کہا جاتا ہے۔[۴۶] ۱۳۵۷ھ میں پہلی مرتبہ یہ کتاب ''الفصول فی اختصار سیرۃ الرسولؐ'' کے نام سے قاہرہ میں چھپی۔ اس وقت یہ ''الفصول فی سیرۃ الرسولؐ'' کے نام سے مروج و متداول ہے۔[۴۷]

ذکر مولد رسول اللہ ﷺ و رضاعنہ

علامہ ابن کثیر نے آنحضور ﷺ کی ولادت باسعادت اور رضاعت کے بارے میں احادیث اور آثار کی روشنی میں مختصر رسالہ تصنیف کیا ہے۔ یہ رسالہ صلاح الدین المنجد کی تحقیق سے ۱۹۶۱ء میں بیروت سے شائع ہوا۔ بعد ازاں ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء میں محمود الارناؤوط اور یاسین محمد السواس کی تحقیق سے دمشق سے شائع ہوا۔

قصص الانبیاء

اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰؑ تک انبیاء کے حالات و واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب ''البدایہ والنہایہ'' سے ماخوذ ہے اور یہ محمد احمد عبدالعزیز کی تحقیق سے ۱۹۸۶ء میں دارالحدیث القاہرہ سے شائع ہوئی۔

المسیح عیسیٰ بن مریم

ابن کثیر کی یہ کتاب عبدالرحمٰن حسن محمود کی تحقیق سے مطبع نموذجیہ سے شائع ہوئی ہے۔ یہ بھی ''البدایہ والنہایہ'' سے ماخوذ ہے۔

جامع المسانید والسنن

مورخین نے اس کتاب کو مختلف ناموں سے موسوم کیا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اس کتاب کا نام ''الھدی والسنن فی احادیث المسانید والسنن'' ہے۔[۴۸] جبکہ کچھ مؤرخین لکھتے ہیں کہ ''یہ جامع المسانید'' کے نام سے معروف ہے اور ابن کثیر نے اسے ابواب کی ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ یہ آپ کی بہت مفید کتاب ہے۔[۴۹] علامہ ابن حجر فرماتے ہیں ''ابن کثیر نے صحاح ستہ، مسند ابو یعلیٰ، مسند البزار اور ہر دو معجم طبرانی کے حاشیہ پر وہ حدیثیں لکھ دیں جو قبل ازیں ان کی مسند میں نہ تھیں اور پھر آپ نے اس کتاب کا نام ''جامع المسانید والسنن'' رکھا۔[۵۰]

خود ابن کثیر نے اس کتاب کو کہیں ''المسند الکبیر'' اور کہیں ''السنن'' کا نام دیا ہے۔[۵۱] جبکہ زیر تبصرہ کتاب کے مقدمہ میں اس کتاب کا نام ''جامع المسانید والسنن الھادی لاقوم سنن'' تحریر ہے۔[۵۲] اور یہ کتاب اسی نام سے مقدمہ سمیت ۳۸ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ آٹھ اجزاء پر مشتمل اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ دارالکتب المصریہ اور ایک کوپرلی میں ہے۔[۵۳] کہا جاتا ہے کہ امام صاحب کی یہ تصنیف نامکمل ہے۔[۵۴] صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں: ''یہ عظیم کتاب ہے۔ اس میں مصنف نے اصول اسلام سے متعلق کتب عشرہ کی احادیث جمع کر دی ہیں۔ یعنی صحاح ستہ اور مسانید اربعہ کی کتب۔[۵۵]

تخریج احادیث مختصر ابن الحاجب

ابن کثیر نے ابن حاجب مالکی (م۶۴۶ھ) کی اصول فقہ کی مشہور کتاب ''مختصر ابن الحاجب'' کو حفظ کیا اور اس کی احادیث کی تخریج کی۔[۵۶] یہ کتاب ''تحفۃ الطالب بمعرفۃ احادیث مختصر ابن لحاجب'' کے نام عبدالغنی بن حمید الکبیسی کی تحقیق سے مطبع دار حراء مکہ مکرمہ سے ۱۴۰۶ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

اختصار علوم الحدیث لابن الصلاح

ابن کثیر کی یہ کتاب علامہ ابن الصلاح کے مشہور رسالہ ''مقدمہ ابن الصلاح'' کی تلخیص ہے۔[(٥٦-الف)] یہ کتاب ''علوم الحدیث'' کے نام سے ١٣٥٣ھ میں مکہ مکرمہ میں محمد عبدالرزاق حمزہ کی تحقیق سے چھپی تھی۔ علامہ احمد شاکر نے اس کی شرح لکھی ہے جو ''الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث'' کے نام سے مروج اور متداول ہے۔

مناقب الامام الشافعی

ابن کثیر نے اس کتاب میں امام شافعیؒ کا تذکرہ ہے اور ان فقہی مسائل کو بیان کیا ہے، جن میں امام شافعی دیگر ائمہ سے متفرد ہیں۔ حاجی خلیفہ اور اسماعیل پاشا البغدادی نے اس کتاب کو ''الواضح النفیس فی مناقب الامام محمد بن ادریس'' کا نام دیا ہے اور اسے ابن کثیر سے منسوب کیا ہے۔[(٥٧)] حالانکہ اس نام کی کوئی کتاب ابن کثیر کی تصنیف نہیں ہے بلکہ یہ تو امام ابوعلی الحسن بن الحسین بن حمکان الھمدانی (م٤٠٥ھ) کی تصنیف ہے۔[(٥٨)] اس بات کی تائید خود حاجی خلیفہ اور اسماعیل پاشا کے ذریعے ہوتی ہے کہ انہوں نے ایک اور جگہ اس کتاب کو ابن حمکان الھمدانی کی تصنیف قرار دیا ہے۔[(٥٩)]

امام صاحب کی مایہ ناز تصنیف ''مناقب الامام الشافعی'' مدینہ منورہ سے ١٤٠٦ھ/١٩٨٦ء میں ڈاکٹر ابراہیم بن علی صندقجی کی تحقیق سے ''المسائل الفقھیۃ التی انفرد بھا الامام الشافعی من دون اخوانہ من الائمۃ'' کے نام سے چھپ چکی ہے۔

الاجتھاد فی طلب الجھاد

یہ ایک معروف رسالہ ہے جس کو امام ابن کثیر نے نائب الشام امیر منجک بن عبداللہ سیف الدین الیوسفی (م٧٧٦ھ) کی فرمائش پر ساحلی شہر کے لوگوں کو جہادی ترغیب و تلقین کے لیے لکھا تھا۔ اس رسالے کا ایک قلمی نسخہ دارالکتب المصریہ میں ہے جو ٨٠ صفحات پر مشتمل ہے اور ایک نسخہ کوبرلی میں ہے۔[(٦٠)] یہ ١٣٤٧ھ میں مطبع ابوالھول قاہرہ سے شائع ہوا۔ پھر ١٤٠١ھ/١٩٨١ء میں عبداللہ عبدالرحیم عیلان کی تحقیق سے بیروت سے شائع ہوا۔

اخبار ہجوم الفرنج علی الاسکندریہ

ابن کثیر نے اپنے رسالہ ''الاجتہاد فی طلب الجہاد'' کے مقدمہ میں اس تصنیف کا تذکرہ کیا ہے یہ کتاب قاہرہ سے طبع ہو چکی ہے۔[۶۱]

سیرۃ عمر بن عبدالعزیز

ابن کثیر کی یہ کتاب دارالکتب المصریہ قاہرہ سے شائع ہو چکی ہے۔[۶۲]

احادیث التوحید ورد الشرک

بروکلمان نے اس کتاب کو ابن کثیر سے منسوب کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ ۱۲۹۷ھ میں دہلی میں معین الدین ابن صفی الدین (م۸۹۴ھ) کی تفسیر جامع البیان کے حاشیہ پر شائع ہوچکی ہے۔[۶۳]

(ب) مخطوطات

علامہ ابن کثیر کی بعض قلمی تصانیف کے بارے میں ہمیں علم ہوا ہے۔ ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مسند الفاروق امیرالمؤمنین ابی حفص عمر بن الخطابؓ و اقوالہ علی ابواب العلم

ابن کثیر نے اس کتاب کو احکام طہارت سے شروع کیا ہے اور پھر نماز سے لے کر آخر عبادات تک تذکرہ کیا ہے اس میں تفسیر، ملاحم، معجزات اور فضائل وغیرہ کے ابواب شامل ہیں۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ دارالکتب المصریہ میں زیر اندراج نمبر(۱۵۲) تیمور موجود ہے۔[۶۴] مطر الزہرانی نے جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے حصول کے لیے اس پر تحقیق کی ہے۔[۶۵]

طبقات الشافعیہ

ابن کثیر نے اس کتاب میں امام شافعیؒ سے لے کر اپنے عہد تک تمام فقہاء شافعیہ کا حروف تہجی کے اعتبار سے تذکرہ کیا ہے۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ معہد المخطوطات جامعہ دول

العربیہ میں موجود ہے۔ اس کی دو فوٹو کاپیاں مرکزالبحث العلمی جامعہ ام القریٰ میں زیر اندراج نمبر (۲۷۹) پائی جاتی ہیں۔(٦٦)

مؤرخین نے اس کتاب کو امام ابن کثیر کی دوسری کتاب ''مناقب الامام الشافعی'' سے علیحدہ تصنیف قرار دیا ہے۔(٦٧)

شرح التنبیہ لابی اسحٰق الشیرازی

علامہ شاکر نے اس کتاب کو ''تخریج احادیث ادلۃ التنبیہ فی فروع الشافعیۃ'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔(٦٨) معلوم ہوتا ہے کہ ابن کثیر نے ابواسحٰق شیرازی (م٤٧٦ھ) کی اصول فقہ کی کتاب ''احکام التنبیہ'' کی شرح کے علاوہ اس میں موجود احادیث کی تخریج بھی کی تھی۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ مکتبہ فیض اللہ افندی، ترکی میں زیر اندراج نمبر (۲/۷۸۳) پایا جاتا ہے، اس پر اس کتاب کا نام ''ارشاد الفقیہ الی معرفۃ ادلۃ التنبیہ'' تحریر ہے۔ اس مخطوط کا ایک فوٹو شدہ نسخہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں زیراندراج نمبر (۹۹۷) حدیث پایا جاتا ہے۔(٦٩) بعض تذکرہ نگاروں نے اس کتاب کو نامکمل قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ داؤدی کا قول ہے کہ ابن کثیر نے ''التنبیہ'' کے ایک بڑے حصے کی شرح کی۔(٧٠)

مختصر کتاب المدخل للبیہقی

امام ابن کثیر نے اس کتاب میں ''سنن بیہقی'' کی ترتیب و تنقیح کی ہے۔ اس کتاب کا حوالہ بھی ہمیں آپ کی تصنیف میں ملتا ہے۔(٧١) اس کتاب کو ''کتاب المدخل الی سنن البیہقی'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔(٧٢) کہا جاتا ہے کہ یہ بھی مخطوط ہے۔(٧٣) لیکن ہمیں معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ قلمی نسخہ کہاں موجود ہے۔

قاعدۃ ابن کثیر فی القراءات

یہ مخطوط جامع الازھر میں زیر اندراج نمبر (٥٤٤) موجود ہے۔(٧٤)

مقدمہ فی قراءۃ ابن کثیر

المکتبۃ الازھریہ میں یہ مخطوط زیر اندراج نمبر (۵۶۴) محفوظ ہے۔[۷۵]

کتاب العقائد

اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ مکتبہ مرکزیہ جامعہ الملک عبدالعزیز، جدہ میں زیر اندراج نمبر (۱۶/۲۳۹) مجموع پایا جاتا ہے۔[۷۶]

شعب الایمان

اس مخطوط کی فوٹو کاپی مکتبہ الشیخ صبحی البدری السامرائی، بغداد میں موجود ہے۔[۷۷]

رسالہ فی احادیث الاشراک

اس رسالے کا قلمی نسخہ مکتبہ اوقاف عامہ بغداد میں موجود ہے۔[۷۸]

ج۔ نایاب تصانیف

ابن کثیر کی متعدد تصانیف ایسی ہیں جن کے حوالے ہمیں ان کی ''تفسیر'' اور ''تاریخ'' میں اکثر نظر آتے ہیں۔ مورخین نے بھی ان میں سے بعض کا تذکرہ کیا ہے، لیکن یہ کہیں دستیاب نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ مستقبل میں یہ دنیا کی کسی لائبریری میں دریافت ہوں اور لوگ ان سے مستفیض ہوسکیں۔ ان تالیفات کے نام یہ ہیں:

شرح البخاری

ابن کثیر نے صحیح بخاری کی شرح شروع کی تھی، لیکن اسے پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے۔[۷۹] اور اس کے صرف ایک حصہ کی شرح کی۔[۸۰] موصوف نے ''البدایہ والنہایہ'' میں کئی مقامات پر اس کتاب کی نشاندہی کی ہے۔[۸۱]

تکمیل کتاب ابن الزملکانی فی المعجزات النبویہ و دلائل النبویۃ

کمال الدین ابن الزملکانی (م ۷۲۷ھ) نے سیرت ابن اسحاق میں سے فضائل النبیؐ

کو مختصراً تحریر کیا، لیکن وہ اپنی اس تصنیف کو مکمل نہ کر سکے۔ ابن کثیر نے ان کی مذکورہ تصنیف کی ترتیب و تہذیب کی اور مفید اضافات کے ساتھ اس کو مکمل کیا۔[۸۲]

الحواشی علی زیادات مسلم و روایاۃ

"البدایہ والنہایہ" میں اس کتاب کے حوالے نظر آتے ہیں۔[۸۳]

الکواکب الداری فی التاریخ

ابن کثیر نے اس کو "البدایہ والنھایہ" میں سے منتخب کر کے تحریر کیا ہے۔[۸۴] یہ کتاب تراجم پر مشتمل ہے۔

کتاب المقدمات

شاید یہ کتاب اصول فقہ کے بارے میں ہے۔ موصوف نے اپنی "تفسیر" اور "اختصار علوم حدیث" میں اس کا حوالہ دیا ہے۔[۸۵]

التکمیل فی معرفۃ الثقات والضعفاء والمجاھیل

یہ کتاب پانچ جلدوں میں ہے۔ ابن کثیر نے اس میں جمال الدین المزی (م۷۴۲ھ) کی کتاب "تہذیب الکمال فی اسماء الرجال" اور امام ذہبی کی کتاب "میزان الاعتدال فی نقد الرجال" کو جرح و تعدیل کے مفید اضافوں کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔[۸۶] حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔[۸۷] علامہ بغدادی نے اس کتاب کا نام "التکملہ فی اسماء الثقات والضعفاء" تحریر کیا ہے۔[۸۸]

سیرۃ الصدیق والفاروق و مسندھما

بعض مؤرخین نے اس تصنیف کو "مسند الشیخین" کے نام سے یاد کیا ہے۔[۸۹] خود امام ابن کثیر نے بھی اسی نام کی طرف اشارہ کیا ہے۔[۹۰] ایک جگہ امام صاحب لکھتے ہیں کہ "ہم نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا واقعہ ان کی علیحدہ علیحدہ سیرت کی کتاب میں بیان کیا ہے۔[۹۱] موصوف کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کی تالیف

کردہ چار کتابیں ہیں جو علیحدہ علیحدہ سیرت ابوبکرؓ، سیرت عمرؓ اور ان کی مسندوں پر مشتمل ہیں۔

الاحکام الکبیر

یہ فقہ کی مبسوط کتاب ہے۔ ابن کثیر اپنی تصانیف میں اکثر اس کا حوالہ دیتے ہیں۔(۹۲) مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ امام صاحب شریعت کے مسائل و احکام پر نہایت شرح و بسط کے ساتھ فقہی ابواب کے مطابق لکھنا چاہتے تھے، لیکن کتاب الحج تک ہی لکھ سکے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔(۹۳)

الاحکام الصغیر

حاجی خلیفہ نے اس کتاب کا نام ''الاحکام الصغریٰ فی الحدیث'' تحریر کیا ہے۔(۹۴) مصنف کے اپنے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ان کی ''الاحکام الکبیر'' سے علیحدہ تصنیف ہے۔(۹۵) غالبًا اس میں انہوں نے حدیث کی روشنی میں فقہی احکام کو مرتب کیا ہے۔

کتاب فی مسالۃ السماع

اس کتاب کا موضوع یہ ہے کہ گانے بجانے کو اسلام میں کیا حیثیت حاصل ہے۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں ابن کثیر کی اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔(۹۶)

سیرۃ (منکلی بغا) الشمسی

امیر سیف الدین منکلی بغا الشمسی (م۷۷۴ھ) کی سیرت کے بارے میں ابن کثیر نے ایک کتاب تحریر کی۔(۹۷)

''تفسیر ابن کثیر'' اور ''البدایہ والنھایہ'' میں بعض خاص موضوعات پر مصنف کے درج ذیل رسائل و اجزاء کے نام ملتے ہیں۔ جزء فی ذکر فضل یوم عرفہ،(۹۸) جزء فی الرد علی حدیث السجل،(۹۹) جزء مفرد فی فتح القسطنطنیہ،(۱۰۰) صفۃ النار،(۱۰۱) الاذکار و فضائل الاعمال،(۱۰۲) مقدمہ فی الانساب،(۱۰۳) جزء فی دخول مؤمنی الجن الجنۃ،(۱۰۴) کتاب

الصیام،(۱۰۵) جزء فی الاحادیث الوارده فی فضل الایام العشرۃ من ذی الحجہ،(۱۰۶) جزء فی ذکر تطہیر المساجد(۱۰۷)، جزء فی الذبیحہ التی لم یذکر اسم اللہ علیھا،(۱۰۸) جزء فی میراث الابوین مع الاخوۃ،(۱۰۹) جزء فی الصلوٰۃ الوسطی،(۱۱۰) جز فی حدیث الصور،(۱۱۱) احادیث الاصول،(۱۱۲) جزء فی بطلان وضع الجزیہ عن یھود خیبر،(۱۱۳) جزء فی الاحادیث الواردۃ فی الھدی،(۱۱۴) مناقب ابن تیمیہ،(۱۱۵) بیع امھات الاولاد،(۱۱۶) جزء مفرد فی تحریم الجمع بین الاختین،(۱۱۷) جزء فی ذکر الاحادیث الواردۃ فی قتل الکلاب،(۱۱۸) جزء فی زواج ام سلمہ من رسول اللہ ﷺ وولایۃ الابن لامھا فی عقدۃ النکاح،(۱۱۹) جزء فی ذکر الاحادیث الواردۃ فی کفارۃ المجلس۔(۱۲۰)

علمی مقام و مرتبہ

علامہ ابن کثیر قوت حافظہ، عقل و دانش اور فہم و فراست سے بہرہ مند تھے۔ آپ اپنے زمانے کے جلیل القدر مفسر، عظیم المرتبت محدث، بلند پایہ فقیہہ، ماہر علم الرجال، مستند مؤرخ، نامور مصنف اور صاحب علوم و فضائل تھے۔ مورخین اور اصحاب نظر آپ کی علمی فضیلت اور جلالت شان کے معترف ہیں۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں:-

> ”رجال، متون حدیث اور فقہ میں آپ کو مہارت حاصل تھی۔ آپ نے حدیث کی تخریج اور تالیف کی، مناظرے کیے، کتابیں لکھیں، قرآن کی تفسیر کی اور سب پر سبقت لے گئے“۔(۱۲۱)

ابن کثیر کے ایک شاگرد شہاب الدین بن حجی رقمطراز ہیں:

> میں جن اہل علم سے مل چکا ہوں، ابن کثیر ان سب میں فنون احادیث کے سب سے بڑے حافظ، تخریج احادیث، رجال اور احادیث سقیمہ و صحیحہ کو سب سے بہتر جاننے والے تھے۔ آپ کے معاصرین اور اساتذہ اس کا اعتراف کرتے تھے۔ فقہ و تاریخ میں سے بہت کچھ آپ کو یاد تھا۔ آپ بہت کم بھولتے تھے۔ آپ جید الفہم فقیہہ اور سلیم الذھن تھے۔ آخری وقت تک ”التنبیہ“ نامی کتاب آپ کو یاد تھی۔ آپ عربیت کے ماہر تھے اور شعر بھی کہا کرتے تھے۔ میں کثرت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ہر مرتبہ فائدہ اٹھاتا تھا“۔(۱۲۲)

ابو المحاسن الحسینی ''ذیل تذکرۃ الحفاظ'' میں لکھتے ہیں:

'' آپ فتوی دیتے، پڑھاتے اور مناظرے بھی کرتے تھے۔ فقہ، تفسیر اور نحو میں یگانۂ روزگار تھے۔ رجال و علل پر گہری نظر رکھتے تھے''۔(۱۴۳)

ابن حبیب کا قول ہے:

''ابن کثیر مفسرین کے قائد تھے۔ آپ نے کثرت سے احادیث سنیں اور ان کو جمع کیا۔ آپ عظیم محدث، مفتی اور فقیہہ تھے۔ آپ کے فتاویٰ کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ ضبط و تحریر میں معروف تھے۔ تفسیر، حدیث اور تاریخ کی سیادت و ریاست آپ کی ذات پر ختم ہوگئی''۔(۱۴۴)

ابن کثیر کا اسلوب

علامہ ابن کثیر کا طرز بیان نہایت سادہ، سہل، لطیف اور رواں ہے۔ آپ عبارت کو ادبی رنگ میں خوبصورت بنانے اور مسجع الفاظ سے مزین کرنے کی بجائے معانی اور مفہوم کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔ آپ کی علمی تحریر جاندار، پختہ اور اندازِ بیان دلنشین اور قابل فہم ہے۔

مسلک

ابن کثیر شافعی المسلک تھے۔ اہل سیر ان کو ''الفقیہہ الشافعی'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔(۱۴۵) موصوف نے مذہبی عقائد کے بارے میں کبھی بحث و مباحثہ کو دخل نہیں دیا بلکہ ابن تیمیہ سے خصوصی تعلق کی بناء پر بعض مسائل میں ان کی رائے کے مطابق فتوی دیتے تھے۔ اور آپ حنابلہ کے مسلک پر بھی عمل کرتے تھے۔

وفات

حافظ ابن کثیر نے شعبان ۷۷۴ھ میں دمشق میں وفات پائی اور مقبرہ صوفیہ میں اپنے محبوب استاد امام ابن تیمیہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔(۱۴۶)

مصادر و حواشی

۱۔ سید ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، ۲/۲۸، مجلس نشریات اسلام، عظیمی پرنٹرز، کراچی ۱۹۷۹ء۔

۲۔ Muir. Sir William, thhe Mameluke or slave Dynasty of Egypt, p.3, Smith, Elder & Co, 15. Waterloo Place London, 1896.

۳۔ کرد علی، محمد، خطط الشام، ۴/۵۰-۵۱، المطبعۃ الحدیثۃ دمشق، ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء

۴۔ تفصیل ملاحظہ کیجئے۔ البدایہ والنھایہ لابن کثیر، ۱۴/۳۷، ۹۷، ۱۲۳، ۲۳۵، مکتبۃ المعارف بیروت، ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۷ء

۵۔ ابن العماد، شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، ۶/۲۳۲، منشورات دار الافاق الجدیدہ، بیروت، بدوں تاریخ

۶۔ واقعات کی تفصیل دیکھیے۔ البدایہ والنھایہ لابن کثیر، ۱۳/۲۰۱-۲۰۲، ۱۴/۲۵۰، ۳۱۰

۷۔ محمد العید الخطر اوی، محی الدین مستو، مقدمہ الفصول فی سیرۃ الرسول لابن کثیر دمشق، بیروت، الطبعۃ السادسۃ ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء۔

۸۔ عبدالعظیم عبدالسلام شرف الدین، ابن قیم الجوزیہ، عصرہ و منھجہ، ص ۶۳، مکتبہ الکلیات الازہریہ مصر، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء

۹۔ ایضاً، ص ۱۵۱، ۱۵۲

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۵۱

۱۱۔ محمود رزق سلیم، عصر سلاطین الممالیک و نتاجہ العلمی والادبی، ۱/۷۴-۷۵، مطبعۃ التوکل، القاھرہ، ۱۳۶۶ھ/۱۹۶۹ء

۱۲۔ ''ابن زرع'' بالزای۔ ملاحظہ کیجئے، شذرات الذھب لابن العماد، ۶/۲۳۱

۱۳۔ الداؤدی، شمس الدین محمد بن علی، طبقات المفسرین، ۱/۱۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت-لبنان، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

۱۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنھایہ، ۱۴/۳۱

۱۵۔ سعید اللہ عبدالمجید محمود، مقدمہ فضائل القرآن لابن کثیر، صفحہ ۱۳، دارالحدیث للطبع والنشر والتوزیع، مصر، بدوں تاریخ

۱۶۔ الداؤدی، طبقات المفسرین، ۱/۱۱۱۔ بعض مورخین نے ابن کثیر کا سن ولادت ۷۰۰ھ قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو، شذرات الذھب لابن العماد، ۶/۲۳۱، ذیل طبقات الحفاظ لجلال الدین السیوطی، ص ۳۶۱، مطبعۃ التوفیق بدمشق، ۱۳۴۷ھ، عمدۃ التفسیر عن الحافظ ابن کثیر لاحمد محمد شاکر، ۱/۲۲، دارالمعارف القاہرہ، ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۶ء۔ اسماعیل پاشا بغدادی، امام ابن کثیر کا زمانہ ولادت ۷۰۵ھ بیان کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ھدیۃ العارفین، اسماء المولفین و آثار المصنفین، ۱/۲۱۵، وکالۃ المعارف، استانبول، ۱۹۵۵ء۔ امام صاحب کے سن ولادت کے بارے میں اسماعیل پاشا البغدادی کا بیان درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ امام صاحب کے والد ۷۰۳ھ میں فوت ہوئے۔ امام ابن کثیر کا اپنا بیان ہے کہ میں اپنے والد کی وفات کے وقت تقریباً تین سال کا تھا۔ ملاحظہ ہو، البدایہ والنھایہ لابن کثیر، ۱۴/۳۲۔ خود امام ابن کثیر اپنی کتاب ''البدایہ والنھایہ'' میں ۷۰۱ھ کے واقعات بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں ''وفیھا ولد کاتبہ اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی'' (البدایہ والنھایہ، ۱۴/۲۱)

۱۷۔ احمد محمد شاکر، عمدۃ التفسیر عن الحافظ ابن کثیر، ۱/۲۲۔ بعض مآخذ کے مطابق ابن کثیر دمشق کے مضافات میں مشرقی بصریٰ کی بستی ''مجدل القریہ'' میں پیدا ہوئے۔ (ملاحظہ ہو، ذیل تذکرۃ الحفاظ لابی المحاسن شمس الدین الحسینی، صفحہ ۵۷، مطبعۃ التوفیق، دمشق، ۱۳۴۷ھ) جبکہ مطبوعہ ''البدایہ والنہایہ'' میں ''مجیدل القریہ'' منقول ہے۔ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر، ۱۴/۳۱) عمر رضا کحالہ نے مقام ولادت ''جندل'' تحریر کیا ہے۔ (معجم المولفین، ۲/۲۸۴، مطبعۃ الترقی دمشق، ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۷ء)

۱۸۔ ابن کثیر، البدایہ والنھایہ، ۱۴/۳۲

۱۹۔ الداؤدی، طبقات المفسرین، ۱/۱۱۳

۲۰۔ ابن حجر العسقلانی، شہاب الدین احمد بن علی، الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ، ۱/۳۹۹، دارالکتب الحدیثۃ، القاہرہ، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۶ء

۲۱۔ عبدالغنی بن حمید، مقدمہ تحفۃ الطالب بمعرفۃ احادیث مختصر ابن الحاجب لابن کثیر، ص ۳۲، دارحراللنشر والتوزیع، المکۃ المکرمہ، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ

۲۲۔ ابن حجر، انباء الغمر بابناء العمر، ۱/۴۶، دارالکتب العلمیۃ، بیروت-لبنان، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

۲۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۱۴/۱۸۹-۱۹۰

۲۴۔ ابن العماد، شذرات الذھب، ۶/۲۳۱

۲۵۔ الحسینی، ذیل تذکرۃ الحفاظ، ص ۵۸
۲۶۔ ابن العماد، شذرات الذھب، ۲۳۱/۶
۲۷۔ ابن حجر، انباء الغمر بابناء العمر، ۴۷/۱، ابن العماد، شذرات الذھب، ۲۳۱/۶
۲۸۔ البستانی، فواد افرم، دائرۃ المعارف، ۴۷۷/۳، بیروت، ۱۹۵۶ء
۲۹۔ ابن کثیر، البدایہ والنھایہ، ۲۰۹/۱۳-۲۱۰
۳۰۔ ابن العماد، شذرات الذھب، ۲۳۱/۶۔ نیز ملاحظہ ہو، الضوء اللامع لاھل القرن التاسع لشمس الدین السخاوی، ۲۶۹/۱، منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت-لبنان، بدوں تاریخ۔ ابن کثیر کے دیگر شاگردوں کے نام الدررالکامنہ، انباء الغمر، الضوء اللامع، ذیل تذکرۃ الحفاظ اور شذرات الذھب وغیرہ میں نظر آتے ہیں۔
۳۱۔ حالات کے مآخذ (۱) انباء الغمر بابناء العمر، ۷۵/۳۔ (۲) الضوء اللامع لاھل القرن التاسع لشمس الدین السخاوی، ۲۴۳/۱۔ (۳) شذرات الذھب، ۳۵/۷۔ (۴) الضوء اللامع، ۹۸/۵
۳۲۔ ابن حجر، الدرر الکامنہ، ۴۰۰/۱
۳۳۔ الشوکانی، محمد بن علی، البدر الطالع محاسن من بعد القرن السابع، ۱۵۳/۱، مطبع السعادۃ، القاھرہ، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۴۸ھ
۳۴۔ ابن حجر، الدرر الکامنہ، ۴۰۰/۱
۳۵۔ صلاح الدین المنجد، مقدمہ مولد رسول اللہ ﷺ لابن کثیر، ص ۵، دارالکتاب الجدید، بیروت، ۱۹۶۱ء
۳۶۔ احمد الشر باصی، مقالہ ''ابن کثیر'' بحوالہ مجلۃ الحج ، المجلد العاشر، الجز الثانی، ص ۱۰۴، القاھرہ شعبان ۱۳۷۵ھ
۳۷۔ السیوطی، ذیل طبقات الحفاظ، ص ۳۶۱
۳۸۔ الشوکانی، البدر الطالع، ۱۵۳/۱
۳۹۔ احمد محمد شاکر، عمدۃ التفسیر، ۶/۱
۴۰۔ حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبدالواحد، کشف الظنون عن الاسامی الکتب والفنون، ۲۲۸/۱، وکالۃ المعارف استانبول ۶۰-۱۳۶۲ھ
۴۱۔ ایضاً

۴۲۔ جرجی زیدان، تاریخ آداب اللغۃ العربیہ، ۲۰۸/۳، دارالہلال القاہرہ، ۱۹۵۸ء

۴۳۔ ایضاً

۴۴۔ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت-لبنان ۱۳۸۳ھ

۴۵۔ ابن کثیر، عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ۴۷۸/۳، امجد اکیڈمی لاہور، الپاکستان ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء

۴۶۔ الداؤدی، طبقات المفسرین، ۱۱۲/۱

۴۷۔ اس کتاب کا چھٹا ایڈیشن ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء میں دمشق اور بیروت سے شائع ہوا۔

۴۸۔ الحسینی، ذیل تذکرۃ الحفاظ، ص، ۵۸

۴۹۔ احمد محمد شاکر، الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث لابن کثیر ص ۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت-لبنان الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء

۵۰۔ ابن حجر، انباء الغمر، ۴۷/۱

۵۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳۲۰/۲، ۷۷/۵

۵۲۔ ابن کثیر، جامع المسانید والسنن الھادی لاقوم سنن، ۱۱/۱، تخریج و تعلیق الدکتور عبدالمعطی امین قلعجی، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء

۵۳۔ جرجی زیدان، تاریخ آداب اللغۃ العربیہ، ۲۰۹/۳

۵۴۔ احمد محمد شاکر، عمدۃ التفسیر، ۳۵/۱

۵۵۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ۵۷۳/۱

۵۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۱۷۶/۱۳

۵۶(الف) احمد محمد شاکر، عمدۃ التفسیر، ۳۵/۱

۵۷۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ۲۸۴۰/۲، اسماعیل پاشا البغدادی، ہدیۃ العارفین، ۲۱۵/۱

۵۸۔ عمر رضا کحالہ، معجم المولفین، ۲۱۸/۳، مطبع الترقی دمشق، ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۷ء

۵۹۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ۱۹۹۶/۲، اسماعیل پاشا البغدادی، ہدیۃ العارفین، ۲۷۴/۱

۶۰۔ جرجی زیدان، آداب اللغۃ العربیہ، ۲۰۹/۳

٦١۔ مسعود الرحمٰن خان، ابن کثیر، حیاتہ و مولفاتہ، ص ۱۱۴، علی گڑھ الھند، الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۷۹ء

٦٢۔ ایضاً، ص ۱۰۹

٦٣۔ Brockelmann, Geschichte Der Arabischen Litteratur Supplementband, Vol,1. p.49 Leiden E.J.Brill, 1938.

٦٤۔ قلعجی، عبدالمعطی امین، مقدمہ جامع المسانید والسنن لابن کثیر، ص ۲۰۴

٦٥۔ عبدالغنی، مقدمہ تحفۃ الطالب، ص ۳٦

٦٦۔ ایضاً، ص ۳۵

٦۷۔ الداؤدی، طبقات المفسرین، ۱۱۲/۱

٦٨۔ احمد محمد شاکر، عمدۃ التفسیر، ۳٦/۱

٦٩۔ عبدالغنی، تحفۃ الطالب، ص ۳۵

۷٠۔ الداؤدی، طبقات المفسرین، ۱۱۲/۱

۷١۔ احمد محمد شاکر، الباعث الحثیث لابن کثیر، ص ۱۹

۷٢۔ عبدالغنی، تحفۃ الطالب، ص ۳٦

۷٣۔ مصطفیٰ عبدالواحد، مقدمہ السیرۃ النبویہ لابن کثیر، ۱۰/۱

۷٤۔ قلعجی، عبدالمعطی امین، مقدمہ جامع المسانید، ص ۲۰۴

۷٥۔ ایضاً

۷٦۔ عبدالغنی، تحفۃ الطالب، ص ۳٦

۷۷۔ ایضاً، ص ۳۵

۷٨۔ ایضاً

۷٩۔ الزرکلی، خیر الدین، الاعلام، ۳۱۷/۱، مطبعۃ کوستاتسوماس و شرکاء القاہرہ، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۷۸ھ

٨٠۔ ابن العماد، شذرات الذھب، ۲۳۱/٦

٨١۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۲۲/۳، ۱۲٦

٨٢۔ ایضاً، ۲۵۸/٦

٨٣۔ ایضاً، ۳/۳، ۱۴۹/۵

۸۴۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ۱۵۲۱/۲

۸۵۔ تفسیر ابن کثیر، ۱۳۸/۳، الباعث الحثیث، ۴۸، ۹۷، ۱۰۲، ۱۳۲

۸۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنھایہ، ۳۸۸/۵

۸۷۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ۴۷/۱

۸۸۔ البغدادی، ہدیۃ العارفین، ۲۵۱/۱

۸۹۔ السیوطی، ذیل طبقات الحفاظ، ص ۳۶۱

۹۰۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳۸۸/۵

۹۱۔ ایضاً، ۳۱/۳

۹۲۔ ایضاً، ۲۲۵/۱، ۱۵۴/۲، تفسیر ابن کثیر، ۹/۱-۳۲۷، ۴۵۷، ۵۷/۲، ۹۹

۹۳۔ الداؤدی، طبقات المفسرین، ۱۱۴/۱

۹۴۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ۱۹/۱

۹۵۔ الباعث الحثیث لابن کثیر، ص ۲۰۲

۹۶۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ۲۰۰۱/۲

۹۷۔ السخاوی، شمس الدین، الاعلان بالتوبیخ لمن ذم اھل التاریخ، ترجمہ اردو، ڈاکٹر سید محمد یوسف، ص ۲۱۲، مرکزی اردو بورڈ، طبع اول، ۱۹۶۸ء

۹۸۔ تفسیر ابن کثیر، ۲۴۳/۱

۹۹۔ ایضاً، ۲۰۰/۳

۱۰۰۔ ایضاً، ۳۶۷/۱

۱۰۱۔ ایضاً، ۵۴۳/۴

۱۰۲۔ ایضاً، ۱۴/۱

۱۰۳۔ ایضاً، ۱۳۹/۴

۱۰۴۔ ایضاً، ۱۷۱/۴

۱۰۵۔ ایضاً، ۲۱۵/۱، ۵۱۴/۳

۱۰۶۔ ایضاً، ۲۱۶/۳

۱۰۷۔ تفسیر ابن کثیر، ۱/۱۷۲، ۲۹۲/۳

۱۰۸۔ ایضاً، ۱۷۰/۲

۱۰۹۔ ایضاً، ۳۵۹/۱

۱۱۰۔ ایضاً، ۲۹۴/۱

۱۱۱۔ ایضاً، ۱۳۹/۲

۱۱۲۔ ایضاً، ۵۵۵/۱

۱۱۳۔ البدایہ والنہایہ ابن کثیر، ۳۵۲/۵

۱۱۴۔ ایضاً، ۴۳/۱

۱۱۵۔ ایضاً، ۱۳۹/۱۴

۱۱۶۔ ایضاً، ۳۰۴/۵

۱۱۷۔ ایضاً، ۲۱/۸

۱۱۸۔ ایضاً، ۲۲۷/۱۴

۱۱۹۔ ایضاً، ۹۰/۴

۱۲۰۔ ایضاً، ۳۴/۱۱

۱۲۱۔ الذھبی، شمس الدین محمد بن احمد، تذکرۃ الحفاظ، ۱۵۰۸/۴، مطبعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن الھند، ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء

۱۲۲۔ الداؤدی، طبقات المفسرین، ۱۱۲/۱-۱۱۳

۱۲۳۔ الحسینی، ذیل تذکرہ الحفاظ، ص ۵۷

۱۲۴۔ ابن العماد، شذرات الذھب، ۲۳۱/۶

۱۲۵۔ ابن حجر انباء الغمر، ۴۶/۱

۱۲۶۔ النعیمی، عبدالقادر بن محمد، الدارس فی تاریخ المدارس، ۳۷/۱، مطبعۃ الترقی، دمشق، ۱۳۶۷-۷۰ھ